سلسلہ **دعوات عبدیت** کے

حصہ اوّل کا پہلا وعظ

اٰدابُ المساجد

منجملہ ارشادات

حضرتِ حکیم الامّت مجدّدُ الملّت عالمِ ربّانی مولٰنا ومقتدانا حاجی حافظ

قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرّہٗ

بہ تصحیح

محمد سراج الحق مچھلی شہری

ناشر:- مکتبۂ جامی واخوانہ حسن منزل الہ آباد

باہتمام عبد المجید اسرار کریمی پریس الہ آباد میں چھپا

محرم الحرام ۱۳۷۴ھ ستمبر ۱۹۵۴ء

قیمت ۱/ ر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مواعظ اشرفیہ

فہرست مضامین وعظ آداب المساجد

وعظ نمبر ۱

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳	خطبہ ۔ تمہید ۔	۸	جو بات معلوم نہ ہو صاف کہدو ۔
۴	مسلم ادب مسجد کے خلاف کریگا تو اُسے بھی ملامت ہوگی ۔	۹	حجابات کے باوجود بھی قرب ہوسکتا ہے ۔
۵	اللہ کا نام گرانمایہ ہے ۔	۹	حضرت پیران پیرؒ کے ایک مصرع میں تاویل ۔
۶	جاہ کے اثر سے کچھ لینا رشوت ہے ۔	۱۰	صحابہ مسجد میں دنیا کی باتیں نہیں کرتے تھے ۔
۶	کعبہ وحطیم کا بیان ۔	۱۰	حضرت حکیم الامتؒ کو ایک مرید نے ٹوک دیا ۔
۷	تعمیر مسجد اصل میں ذکر حق ہے	۱۲	مسجدوں میں آواز بلند کرنی چاہئے ۔
۸	مسجد میں بعض کام ممنوع نہیں ۔	۱۲	اہل مسجد کا ادب بھی لازم ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلۂ دعوات عبدیت

جلد اوّل وعظ نمبر ۱

مواعظ دعوات عبدیت کا پہلا وعظ

آدابُ المساجد

(الاسلام والتبلیغ)

این	متیٰ	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۹ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ	قریباً ۲½ گھنٹہ	بیٹھ کر	آداب مساجد	مولوی ظہور الحسن صاحب		

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہٗ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا ط اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۵ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ہ

(ترجمہ) سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کو سربلند کئے جانے سے روکے اور جو انکی ویرانی کی کوشش کرے اُنکو تو یہ زیبا تھا کہ ان میں ڈرتے ہی ڈرتے داخل ہوا کرتے (اچھا تو پھر) اُنکو دنیا میں (بڑی) رسوائی ملے گی اور انکے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہوگا۔ مرتب) شانِ نزول میں گو اختلاف ہو مگر قدر مشترک اتنا ضرور ہے کہ آیت عام اور شامل ہے تعطل (ویرانی) مساجد کے بارے میں مسلم اور غیر مسلم کو جیسا آگے آتا ہے۔ اور جملہ مابعد اولٰٓئک ما کان لھم ان یدخلوھا الخ گویا بطور دلیل کے ہے ماقبل کیلئے۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ ان تو چاہئے تھا کہ خود بھی جب مساجد میں داخل ہوتے تو خاشع وخاضع ہو کر داخل ہوتے نہ یہ کہ اور دوسرے آنے والوں کو جو ذاکرین مخلص ہیں ان کو بھی روکتے ہیں کیونکہ یہ فعل تو بے خوف ہونے کی اور بھی زیادہ علامت ہے

اسلئے ایسا شخص بہت زیادہ ظالم ہوگا۔ یہاں پہ ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ آیت کفار کے حق میں ہے اس کا مصداق و مخاطب مسلمان کو کیوں بنایا جاتا ہے تو اس کا جواب بطور اصولیین کے یہ دیا جا سکتا ہے کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد اور اسکی نظیر شرعی لعان و حد زنا ہے اور تمثیل عقلی یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی نوکر کو کسی بات پر سزا دے اور کہے کہ جو ایسی حرکت کرے گا اُسکو ایسی سزا ہوگی تو اس کہنے کا سبب اُسوقت یہ خاص نوکر ہے۔ مگر چونکہ الفاظ عام ہیں اسلئے دوسرے نوکر بھی اپنے لئے اُسکو عبرت سمجھتے ہیں اور وہ کام نہیں کرتے۔ مگر میرے نزدیک یہ قاعدہ اصولیہ کہ العبرۃ لعموم اللفظ الخ اُسی عموم کے ساتھ مقید ہے جہاں تک مراد متکلم کی ہو اُسکے آگے تجاوز کر کے زائد عموم کو شامل نہیں ہو سکتا اسکی نظیر حدیث لیس من البر الصیام فی السفر (سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں) ہے کہ باوجود لفظ کے عموم کے چونکہ مطلق کو عام ہونا مراد متکلم کی نہیں ہے پس ہر مسافر کو شامل نہیں۔ بلکہ صرف اُسی کو جسکو خوف ہلاک و ازدیاد مرض ہو۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ اگر آجکل کوئی شخص کسی عالم سے رہن کا مسئلہ پوچھے تو وہ عالم بوجہ اطلاع عرف متعارف کے حکم منع ہی کا دیگا کیونکہ عرف رہن مع الانتفاع ہی کا ہے اسلئے مراد یہی رہن خاص ہوگا گو فتویٰ کا لفظ یوں ہوگا کہ رہن جائز نہیں۔ پس محض کسی لفظ کا عام ہونا دلیل ہر عموم کی نہیں ہے تا وقتیکہ قرائن مستقلہ سے اس عموم کا مراد متکلم ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

حاصل یہ کہ آیت میں لفظاً تعمیم نہیں مسلم و غیر مسلم کو۔ بلکہ آیت تو کفار ہی کے حق میں ہے کیونکہ جو منع خاص یہاں مراد ہے ایسا منع مخصوص ہے کفار سے مگر مسلمان کو یہ ذم دوسری طرح سے شامل ہے وہ یہ کہ منع کے بعد سعیٰ فی خرابہا فرمانا بطور تعلیل کے ہے اور خراب مقابل عمارت کا ہے اور عمارت مسجد کی ذکر و صلوٰۃ سے ہے پس خراب یعنی ویرانی ایسے امر سے ہوگی جو منافی ہو ذکر و صلوٰۃ کے پس اگر مسلم سے مسجد میں کوئی فعل خلاف ذکر و صلوٰۃ ہو تو وہ بھی اس ملامت کا مورد ہوگا بوجہ اشتراک علت کے رہا یہ کہ قیاس ظنی ہوتا ہے تو ذم یقینی نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ قیاس ظنی جب ہوتا ہے کہ اس کی علت بھی ظنی ہو اور اگر علت منصوص علیہ قطعی ہو جیسا کہ یہاں ہے تو قیاس بھی قطعی ہوگا۔ رہا یہ کہ مسلمان اگر ایسا فعل بھی کرے تو قصد خرابی مسجد کا تو نہوگا جو متبادر ہے سعی سے پھر اس کو کیسے شامل ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اگر سعی خاص ہوتی مباشر کے ساتھ تو اس شبہ کی گنجائش تھی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعی عام ہے مباشر اور مسبب (کرنیوالا) کو دلیل اسکی یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا (انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہے) کہ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ تشریف لائے اور صحابہ سے آپ نے یہ خواب بیان کیا۔ گو اسمیں یہ نہ تھا کہ اس سال ہوگا مگر شدت اشتیاق میں صحابہ نے سفر کی رائے دی

لفظوں کا اعتبار ہوگا شان نزول کا نہیں۔

اور آپ نے خوش خلقی سے قبول فرمایا تو کفار قریش نے آپ کو دخول مکہ سے روک دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس روکنے کو مسجد کی ویرانی کا سبب قرار دے کر انکو وسعیٰ فی خرابہا کا مصداق بنایا حالانکہ کفار مکہ نہ صرف مسجد حرام بلکہ تمام حد حرم کی غایت تعظیم کرتے تھے اور عمارت بھی مگر بایں ہمہ انکو وسعیٰ فی خرابہا کا مصداق بنایا گیا۔ صرف اس لئے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کو کہ ذاکرین مخلصین تھے روکا۔ پس اب بدلالۃ النص یہ بات ثابت ہو گئی کہ کوئی ایسا کام کرنا مسجد میں جس میں ذکر اللہ سے اُس کا تعطل ہو گو علیٰ سبیل التسبیب ہی سہی منع مساجد اللہ وسعیٰ فی خرابہا کا مصداق بنتا ہے ورنہ کفار نے کوئی مسجد میں قفل نہیں ڈالا تھا اور نہ مسجد کی بے تعظیمی کی تھی اور نہ عمارت میں کوئی خرابی کی تھی اور ظاہر ہے کہ مسجد میں بلا ضرورت دنیا کی باتیں کرنا دنیا کے کلام کرنا نہ ذکر ہے نہ ذکر کے متعلق ہے اسلئے بلا شبہ معصیت اور ظلم ہے۔

[پھر ان یذکر کی تقریب سے فضیلت ذکر کے متعلق متعدد واقعات بیان کئے گئے اُس میں یہ بھی بیان تھا کہ بعضے آدمی ذکر و تلاوت پر عوض دنیوی لیتے ہیں حالانکہ اللہ کا نام ایسا گرانمایہ ہے کہ دونوں عالم بھی اس کی قیمت نہیں ہو سکتے اور یہ شعر پڑھا کہ ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(تو نے اپنی قیمت میں دونوں جہاں مانگے ہیں مگر پیارے تو اب بھی بہت سستا ہے دام اور بڑھا دے) پھر فرمایا

مگر اس کا ذوق وہی پا سکتا ہے جو شناسا ہو ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی — کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

(خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا ارے تو ہی لیلیٰ ہے جس نے مجنوں کو پریشان کر رکھا ہے)

از ہمہ خوباں تو افزوں نیستی — گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

(مگر تو تو کچھ ایسی حسین بھی نہیں یہ سنکر وہ بولی بس چپ رہئے آپ مجنوں نہیں ہیں اسلئے میری قدر نہیں کر سکتے)

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا — ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

(اگر مجنوں کی سی آنکھ تیری بھی ہوتی تو دونوں جہان تجھے میرے سامنے ہیچ نظر آتے)

اور ؎ عجب داری از سالکان طریق — کہ باشند در بحر معنی غریق

(تو کیا تمھیں طریقت کے سالکوں کی اس بات پر تعجب آتا ہے کہ وہ لوگ باطنی دریا میں ڈوب گئے ہیں)

اور ؎ عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود — گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

(مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم کسی طرح نہیں ہے اسلئے مولا ہی کے عشق میں گیند کیطرح بے اختیار در مار کھانے کیلئے آمادہ رہنا زیادہ مناسب ہے)

اس تقریب سے ختم کلام مجید حفاظ کا بعوض مال ماہ رمضان میں یا سوم وغیرہ میں اور قبور پر باجرت پڑھنے کا ممنوع ہونا بیان ہوا۔ جامع] اور اہل اللہ دنیا کو تو اللہ کے نام اور رضا سے بڑا کیا سمجھتے۔ آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دولت تو نعمائے جنت سے بھی افضل ہے ورضوان من اللہ اکبر نص صریح ہے اور اسی دین فروشی کے شبہ سے بچنے کیلئے بعض بزرگ بازار میں نہیں جاتے کہ شاید ان کو دیندار سمجھ کر انکے دین کیوجہ سے کوئی دوکاندار داموں میں رعایت کرے تو وہ ایک قسم کا عوض ہو جائیگا دین کا پس نہ جانا بازار میں دو وجہ سے ہوتا ہے ایک کبر کی وجہ سے تو وہ حرام ہے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ لوگوں پر ہماری وجاہت سے دباؤ پڑیگا اور وہ دب کر ارزاں دینگے جس سے انکو نقصان ہوگا سو یہ مستحسن اور ضروری ہے۔ اسمیں شبہ دین فروشی سے بچنے کے علاوہ رفع التأذی عن الخلق (مخلوق سے ایذا نہ ہونا) بھی ہے پس جاہ کے اثر سے لینا یہ ایک قسم کی رشوت ہے۔ اسی لئے حاکم کو ہدیہ لینے کی اجازت نہیں۔ اسمیں اس خدشے کو دفع کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود حاکم ہونے کے ہدیہ قبول فرماتے تھے کیونکہ وہ محض محبت کیوجہ سے ہوتا تھا نہ حاکم ہونے کیوجہ سے۔ اور اب ہدیہ نہیں رشوت ہے الا ماشاء اللہ اور اوپر جو کہا گیا کہ عمارت مسجد کی ذکر وصلوات ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ الی قولہ من المھتدین (مشرکین کا منہ نہیں ہے کہ وہ خدا کی مسجدیں ذکر سے آباد کریں) بعض نے اس آیت ماکان للمشرکین الخ سے تعمیر مساجد کا مسئلہ مراد لیا ہے اور اس سے کافر کا روپیہ مسجد میں نہ لگانے میں استدلال کیا ہے مگر میرے نزدیک خود وہ مسئلہ مستقلہ دوسرے دلائل سے متعلق ہے۔ لیکن اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مشرکین اسکے اہل نہیں ورنہ اگر اس آیت سے یہ مراد ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بنائے قریش کو باقی نہ رکھتے۔ قریش نے بوجہ کافی خرچ نہ ہونے کے بیت کو بنائے ابراہیمی سے گھٹا دیا تھا اور حطیم کو کہ داخل بیت ہے خارج کر دیا تھا اور دروازہ صرف ایک رکھا تھا اور وہ بھی اونچا۔ پھر بعد انقضائے زمانہ خلفائے راشدین حضرت عبد اللہ بن زبیر نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس حدیث کو سن کر موافق ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از سر نو بنائے ابراہیمی پر ہٹ کر بنوایا پھر عبد الملک کی خلافت میں اسکے عامل حجاج بن یوسف نے عبد اللہ بن زبیر کے قتل کے بعد انکی بنا کو توڑ وا کر وہی بنائے قریش قائم کی۔ اسکے بعد خلیفہ ہارون رشید نے پھر بنائے ابراہیمی کی نسبت امام مالک رحمۃ اللہ سے استصواب کیا انھوں نے بدیں وجہ کہ بیت اللہ تختہ مشق سلاطین بن جائے گا اُسی بنا پر قائم رہنے کی رائے دی۔ جب سے ابتک اُسی بنا پر ہے۔ اور گو عبد اللہ بن زبیر کی بنا کا نہ رہنا ظاہراً کسی قدر افسوس

کے قابل ہے کیونکہ وہ متضمن مصالح کو تھا۔ لیکن اس بنائے قریش پر قائم رہنے میں حق جل وعلیٰ کی معلوم نہیں کتنی مصلحتیں ہونگی۔ مگر ایک بہت بڑی مصلحت اور کھلی حکمت جس کو گنوار سے گنوار بھی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی بنا پر رہتا گو دروازے بھی زمین کے برابر دو ہی ہوتے مگر تاہم قفل کنجیاں تو خدام ہی کے ہاتھ میں رہتیں اور ہر کسیکو بیت اللہ کے اندر جانا نصیب نہ ہوتا۔ مگر اس صورت موجودہ میں حطیم کہ درحقیقت داخل بیت تھا باہر ہے۔ اگر کوئی شخص خدام کے منع کرنے کی وجہ سے اندر بیت کے نہ جاسکے تو بلا روک ٹوک حطیم میں جا سکتا ہے اور دخول بیت کی برکت حاصل کرسکتا ہے یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کفار مکہ نے بھی بااین ہمہ شرک وکفر بیت اللہ کی تعمیر میں صرف مال حلال خرچ کیا تھا اسیوجہ سے خرچ کم ہوگیا اور پورے طور پر بنائے ابراہیمی کو پورا نہ کرسکے غرض ما کان للمشرکین کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین میں لیاقت مسجد کے آباد کرنے کی نہیں کیونکہ جس چیز سے اُسکی آبادی ہے جسکا ذکر آیت آیندہ میں ہے وہ ان میں نہیں ہے یعنی وہ تعمیر ذکر اللہ ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے انما یعمر مساجد اللّٰہ من اٰمن الی آخر الآیۃ اس آیت میں مقصود اصلی اقام الصلوٰۃ ہے جس کے لئے مسجد موضوع ہے اور آمن بطور شرط کے لایا گیا اور آتی الزکوٰۃ اقام کی تتمیم ہے یعنی اقامت بمعنی ادائے حقوق صلوٰۃ موقوف ہے خلوص اور محبت پر اور اس کی ایک علامت انفاق اموال ہے حاصل یہ کہ نرا ذکر زبان سے جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے دلیل خلوص قلب کی نہیں بلکہ کچھ مال بھی دینا چاہئے اور زکوٰۃ وہی دیگا جسکے قلب میں خلوص ہو کیونکہ کوئی حاکم تو مطالبہ کرنے والا ہے ہی نہیں اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ زمانہ خلفاء میں تو تحصیل زکوٰۃ کے لئے عامل مقرر تھے وہ جبراً لیتے ہوں گے پھر اس میں خلوص کہاں رہا جواب یہ ہے کہ عامل صرف مواشی کی زکوٰۃ لیتے تھے اور اموال باطنہ زر و سیم خود مالکوں کے اختیار میں تھے مواشی کیلئے بھی عامل کا تقرر تحصیل مال یا ظلم کیوجہ سے نہ تھا بلکہ محض بہ نظر سہولت مصارف تاکہ اصحاب اموال کو تقسیم اموال میں دقت نہو اور مال پورے طور پر مستحقین کو ملجائے اور اموال تجارت میں بھی عاشر کیطرف سے کچھ زبردستی نہ تھی بلکہ پوچھا جاتا تھا کہ حولان حول ہوا یا نہیں اگر کسی نے کہا نہیں گزرا تو چھوڑ دیا اور اگر کسی نے کہا کہ ہم نے زکوٰۃ خود دیدی ہے تب بھی چھوڑ دیا۔ دوسری دلیل اس دعوے کی کہ مسجد کا موضوع لہ ذکر ہے یہ آیت ہے فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع الخ اس میں رفعت معنویہ مراد ہے۔ تیسری دلیل حدیث انما بنیت المساجد لذکر اللّٰہ پس جو کام ذکر کے متعلق نہ ہو وہ مسجد کی ویرانی ہے منع ہے جیسا بعض

کاتب بہ اُجرت مسجد میں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں یا درزی سینے بیٹھ جاتے ہیں بلکہ فقہا نے تو یہانتک لکھا ہے کہ جو شخص اُجرت پر علم دین پڑھاتا ہو اُس کو بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا منع ہے علیٰ ہذا القیاس مسجد میں قرآن خواں لڑکوں کا پڑھانا جن سے کسی قسم کی اُجرت لیجاتی ہے ممنوع ہی البتہ درس دینیات بلا اُجرت خود ذکر ہے اس کا کچھ مضائقہ نہیں ایسا ہی معتکف کے لئے جو ذکر اللہ کی غرض سے مسجد میں آبیٹھا ہے اُس کو بیع و شرا (لین دین) کا معاملہ بلا حضور مبیع بضرورت جائز ہے تاکہ ذکر اللہ سے حرماں نہ رہے ورنہ مشتغلین بالتجارت کو اعتکاف کبھی میسر نہ آتا (سودا) اور یہ شرط عدم حضور مبیع کی اُس وقت ہے جب وہ متاع مسجد کی جگہ کو گھیرے ورنہ اگر کوئی مختصر سی چیز ہو تو احضار سلعہ (سودا لانا) بھی جائز ہے اور بجز معتکف کے دوسرے کو خرید و فروخت کا معاملہ خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو مثلاً ریزہ کاری وغیرہ کا لین دین مسجد میں منع ہے۔ اسی طرح کسی ایسی چیز کا اعلان سے پوچھنا جو مسجد سے کہیں باہر کھوئی گئی ہو منع ہے البتہ اگر مسجد کے اندر کوئی چیز گم ہوگئی تو اسکا پوچھ لینا مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اپنی تجارت کے اشتہار مسجد میں تقسیم کرنا ممنوع ہے۔ چوتھی دلیل دعویٰ مذکور کی یہ کہ حدیث میں قرب قیامت کی علامات میں وارد ہے مساجدھم عامرۃ وھی خراب (ان کی مسجدیں یوں تو آباد ملیں گی مگر ہوں گی ویران) عمارت اور خرابی کا جمع ہونا اسطرح ہو سکتا ہے کہ ظاہری عمارت میں تو بڑی زیب و زینت اور مجمع کی کثرت ہوگی مگر معنوی آبادی کہ ذکر و خلوص ہے کم ہوگا۔ اس سے بھی وہی بات ثابت ہوئی۔ پانچویں دلیل لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شر البقاع کیا چیز ہے اور خیر البقاع کون سی جگہ ہے فرمایا مجھے معلوم نہیں جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اُنھوں نے بھی یہی جواب دیا اور یہ کہا کہ دربار خداوندی سے دریافت کرکے جواب دونگا۔ چنانچہ وہ پوچھنے گئے اس وقت بہ برکت اس مسئلہ کے پوچھنے کے حضور اقدس کے لئے ان کو اس قدر قرب ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو کبھی اتنا قرب نہیں ہوا یعنی ستر ہزار حجاب درمیان میں رہ گئے۔ غرض دربار خداوندی سے جواب ارشاد ہوا کہ شر البقاع بازار ہے اور خیر البقاع مسجد۔ سو غور کرنا چاہئے کہ دونوں میں مابہ الامتیاز کیا ہے بجز ذکر اللہ و ذکر الدنیا کے پس معلوم ہوا کہ مسجد کا موضوع لہ اصلی ذکر اللہ ہے پس اس میں ذکر الدنیا کرنا اسکو شر البقاع بنانا ہے جو کہ اُسکی ویرانی ہے اور اس جگہ پر آپؐ کے اور جبرئیل علیہ السلام کے لا ادری فرما دینے سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ جو باوجود نہ معلوم ہونے کے مسائل کا غلط سلط جواب دینے پر مستعد ہو بیٹھتے ہیں نیز وہ لوگ

سمجھیں اور متنبہ ہوں جو باوجود کتاب کا مطلب نہ آنے کے طالب علموں کو کچھ نہ کچھ جواب دیئے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں کہہ دیتے کہ یہ مقام نہیں آتا جو نہ معلوم ہو کہہ دینا چاہئے کہ نہیں معلوم۔ بزرجمہر سے کسی بڑھیا نے کچھ پوچھا اُس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور تم کو یہ بات معلوم نہیں۔ بزرجمہر نے جواب دیا تنخواہ تو مجھے معلومات کی ملتی ہے اگر مجہولات کی ملنے لگے تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی کافی نہ ہو۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ستر ہزار حجاب کو کمال قرب کہنا قابل غور ہے کہ جو لوگ دنیا میں تھوڑا سا ذکر و شغل کرکے حق تعالیٰ کی رویت کی ہوس میں پڑتے ہیں کتنی بڑی غلطی ہے کیا جبرئیل علیہ السلام سے زیادہ قرب چاہتے ہیں اور اس سے بھی بڑی غلطی ہے اگر رویت سے بڑھ کر ذات کی کنہ کو ادراک کرنا چاہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات کی کنہ تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے اسکو ہرگز نہ سوچنا چاہئے۔ البتہ افعال خداوندی میں غور اور تدبر کرنا چاہئے تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی ذاتہ (اللہ کے انعامات سوچا کرو ذات کو نہ سوچو) کسی بزرگ کا قول ہے ؎

دور بینان بارگاہِ الست   غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

(بارگاہ خدا میں جن کی نظریں دور تک بھی پہونچتی ہیں وہ بھی صرف اتنا ہی سمجھ سکے ہیں کہ خدا کی ذات موجود ہے اسکے آگے نہیں معلوم)

اور ؎ انچہ اندر راہ می آید بدست   حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

(اس راستہ میں تو جو کچھ ہاتھ آتا ہے وہ صرف حیرت در حیرت ہے اور بس)

اور ؎ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم   وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

(اے خدا تو ہمارے خیال و قیاس سے بلکہ گمان و وہم سے بھی برتر ہے اور جو کچھ ہم نے کہا یا سنا یا پڑھا اُس سے بھی)

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر   ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(ہماری کتابیں لکھتے لکھتے بھر گئیں اور عمریں ختم ہوگئیں مگر ہم ابھی تک آپ کی ایک ہی تعریف میں پڑے ہیں)

ہاں البتہ قیامت میں حسب وعدہ رویتِ ذات بلاحجاب ہوگی اور حدیث میں جو آیا ہے کہ اُس دن کوئی اور پردہ نہ ہوگا بجز رداء الکبریا کے اس سے بلاحجاب ہونے پر شبہ نہ ہو کہ اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ رویت تو بلاحجاب ہوگی مگر عظمت و جلال و کبریائی کی وجہ سے احاطہ نہ ہو سکے گا۔ رداء کبریا اسکو فرمایا ہے دنیا میں بلاحجاب رویت نہیں ہو سکتی یہی عقیدہ اور مسئلہ شرعی ہے اور حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی طرف جو یہ شعر منسوب ہے کہ ؎ بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما الخ تو یہ مؤول بحجاب محجوبین غافلین ہے یا قیامت کے روز کیلئے اشتیاق لقا کا اظہار فرماتے ہیں

کیونکہ در آ صیغۂ امر ہے اور وہ استقبال کے لئے ہے اور اگر یہ شعر کسی اور شاعر کا ہو تو ہم کو ضرورت تاویل کی نہیں۔ غرض حدیث مذکور سے بازار کی سی باتیں مسجد میں کرنے کا مذموم ہونا ثابت ہوا۔ بعض لوگ صحابہ رضی پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ حضرات بھی مساجد میں ہماری طرح خرافات باتیں کیا کرتے تھے۔ سو یہ بالکل تہمت ہی تہمت ہے اگر صحابہ کرام ہی ارشاد نبوی پر عمل کرنے والے نہونگے تو اور کون ہوگا ایک تو خود دنیا کی باتیں مسجد میں کرنا ظلم تھا ہی۔ یہ ظالم صحابہ رضی پر تہمت لگا کر اور بڑھکر ظلم کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود توبہ کریں اور الٹا اخیار اُمت کو بدنام کرتے ہیں۔ البتہ بعض لوگوں کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ ہر بات کو دنیوی بات سمجھ جاتے ہیں مثلاً بیمار پرسی یا کسی مسلمان کا حال دریافت کرنا۔ جان لینا چاہئے کہ عیادت اور تفقد حال مسلم حقوق شرع میں سے ہیں۔ انکا مسجد میں پوچھنا کچھ حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی چیز مسجد میں گم ہوجائے تو اسکا پوچھنا بھی جائز ہے۔ علیٰ ہذا معتکف کی خرید و فروخت جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور شریعت نے کیا ہی آسانی رکھی ہے اگر کوئی سوداگر اعتکاف کرنا چاہتا ہے اور اسکے لئے معاملہ مسجد میں ناجائز ہوتا تو وہ بیچارہ اس عبادت سے محروم رہتا۔ شریعت نے اس کے لئے اجازت دیدی تاکہ وہ اس عبادت سے محروم نہ رہے ایسی ہی باتیں شریعت کے حق ہونے کی گواہی دیتی ہیں کہ اس میں اہل تعلق کی بھی رعایت ہے۔ تارکین کی بھی رعایت ہے ؎

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد بہ رنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

(محبوب کے حسن کی بہار سے سب کے دل بھی تازہ ہوجاتے ہیں اور جان بھی۔ اس حسن کا رنگ تو ظاہر دیکھنے والوں کو مست کرتا ہے اور اس کی خوشبو اور صفت باطن والوں کو مست کرتی ہے)

باقی غیر معتکف کیلئے ممانعت بیان ہوچکی۔ ایک بار مجھ کو اپنے ایک دوست کی کہ اُن کو تلمذ کا تعلق بھی تھا ایک بات نہایت پسند آئی کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا ایک روپیہ کی ریزگاری ایک شخص سے خریدی انھوں نے فوراً متنبہ کیا کہ یہ بیع ہے اور مسجد میں نہ چاہئے۔ اہل حق کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے بڑوں کو بھی کہہ دے مگر ادب کو نہ چھوڑے اس موقع پر اسی مناسبت سے یہ ذکر آیا کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ مولانا شہید رحمۃ اللہ کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہونچے انکے مرید مولوی عبد الحئی صاحب نماز کے بعد وعظ فرمانے بیٹھ گئے۔ اس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیرِ اولیٰ قضا ہوجاتی ہی جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔ مولوی عبد الحئی صاحب نے باوجودیکہ ظاہر آیہ عنوان خلاف ادب تھا اسواسطے اس عنوان سے کہنے کی جرأت کی تھی کہ ان کو معلوم تھا

کہ سید صاحب کے دل میں اس سے میل نہیں آئیگا بلکہ خوش ہونگے اُنکے خوش کرنیکو بے ادبی اختیار کی ؎

گفتگوے عاشقاں در کار رب — جوشش عشق ست نے ترک ادب

(اللہ کے دین کے بارہ میں اللہ کے عاشقوں کی جو بات بھی ہوگی وہ دلی جذبہ سے ہوگی۔ اسمیں بے ادبی نہیں ہوتی)

باادب ترنیست زوکس درجہاں — بے ادب ترنیست زوکس درجہاں

(تو پھر دنیا بھر میں نہ اس سے بڑھکر کوئی ادب والا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ عاشق رب ہے اور نہ اس سے بڑھکر بظاہر بے ادب کوئی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ کسی کی مروت نہیں کریگا۔)

ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو اُسوقت لا ورب ابراھیم (ابراہیم کے خدا کی قسم) کہتی ہو اور جسوقت خوش ہوتی ہو اسوقت لا ورب محمد (محمد کے خدا کی قسم) کہتی ہو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ لا اھجر الا اسمک (وہاں میں صرف آپ کا نام چھوڑ بیٹھتی ہوں) بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کوئی اور کرے بے ادبی میں داخل ہو جائے بلکہ کفر ہو جائے مگر عاشق صادق جوش محبت اور علاقہ محبت سے کرتا ہے اسلئے وہ عفو ہوتی ہیں۔ حاصل یہ کہ ظاہراً باتیں بے ادبی کی سی ہوتی ہیں اور باطناً ہوتی ہیں باادب کی سی ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(اپنی باتوں کو پاک لوگوں کے کاموں کیطرح نہ سمجھو۔ دیکھو شیر اور شیر لکھنے ایک ہی طرح سے ہیں۔ لیکن دونوں میں کتنا فرق ہے)

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

(آج سارا عالم اسی گمراہی میں پڑا ہے کہ اللہ کے ابدال اور خاص بندوں کو لوگوں نے پہچانا نہیں)

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

(سارا عالم یہی کہتا اور سمجھتا ہے کہ ہم بھی آدمی یہ بھی آدمی۔ اور ہم دونوں ایک ہی طرح کھانے اور سونے کے چکر میں پھنسے ہیں وہ ہم سے اور ہم اُن سے کم نہیں)

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ — درمیاں فرقے بود بے منتہا

(ان اندھوں نے یہ نہ سمجھا کہ آدمی آدمی انتر (مختلف) بھی ہو سکتے ہیں)

احمد و بوجہل در بتخانہ رفت — زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت

(دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بتخانہ (کعبہ) میں گئے اور ابوجہل بھی گیا اور دونوں کے جانے میں بڑا گہرا فرق ہے)

خلاصہ مطلب کہ آداب مسجد بلا ارادہ تشبیہ ایسا خیال کرنا چاہئے جیسا کہ حاکم دنیوی کی حضوری میں قلب و نظر کی حالت ہوتی ہے کہ اس کا مصداق بن جاتا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی   شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(دیکھو پلک جھپکنے کی مدت کیلئے بھی اُس بادشاہ (حق تعالیٰ) سے غافل نہو جانا کہیں ایسا نہو کہ وہ اسوقت تمپر نگاہ کرم ڈالے اور تم ادھر متوجہ نہو تو وہ روٹھ جائے)

اتنا تو ہونا چاہیئے۔ اور ایسی حالت اوّل تو ہر وقت ہو ورنہ حضوری مساجد کے وقت تو ضروری ہے اور ہر وقت حاصل ہونا اس حالت کا یوں نہ سمجھا جاوے کہ بزرگان پیشین پر ختم ہوگیا ہمکو کب ہوسکتا ہے ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست   با کریماں کارہا دشوار نیست

(تم یوں مت سمجھو کہ ہمیں اُس بادشاہ کے یہاں جانے کی اجازت نہیں (اگر تم اس قابل نہیں تو وہ تو بلا سکتا ہے) کریم لوگوں کو بڑا کام بھی کچھ مشکل نہیں)

دیکھئے صحابہ کی کیفیت ادب مساجد کی یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دو شخصوں کو جو مسجد نبوی میں بلند آوازی سے باتیں کر رہے تھے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم باہر کے مسافر نہوتے تو تمھیں سزا دیتا اترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تم رسول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو) اور اسمیں یہ شبہ نہو کہ یہ حکم عدم رفع صوت مسجد نبوی کیساتھ مخصوص ہے کیونکہ مساجد سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہیں چنانچہ فلا یقربن مساجدنا (وہ ہماری مسجدوں کے پاس نہ آئے) میں آپنے جمیع مساجد کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ ہاں مسجد نبوی کا اور زیادہ ادب ہوگا علاوہ ازیں یہ تو ہے ہی کہ ان المساجد للہ الخ جب اللہ کی ہوئیں تو بیادب کو بدرجہ اولیٰ مقتضی ہوگا اور جسطرح مسجد قابل ادب ہے ایسے ہی اہل مسجد کا ادب بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے اہل مسجد کو ناذی ہو مثلاً یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جہاں اور آنے جانیوالوں کو تکلیف ہو کیونکہ اسمیں تکلیف ہے ذاکرین کو علیٰ ہذا ذکر جہر جسوقت کوئی اور شخص نماز پڑھ رہا ہو نکرنا چاہیئے کیونکہ اُسکی نماز میں خلل ہوگا اور اسکو تکلیف ہوگی اِسکی وجہ یہ بھی ہے کہ مسجدیں بموجب ارشاد نبوی ریاض الجنۃ ہیں اور جنت میں آزار تکلیف نہ ہونا چاہیئے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے را با کسے کارے نباشد

(جہاں کوئی تکلیف نہو اور کوئی کسی کو نہ ستائے بس اس جگہ کو بہشت سمجھو)۔ فقط

خلاصۂ وعظ از مرتب

(۱) مسجدیں اللہ کے ذکر (نماز۔ تلاوت۔ درس دین۔ ذکر و فکر۔ دعا۔ اعتکاف) کیلئے بنی ہیں۔ یہ کام ان میں ہوں گے تو مسجدوں کو آباد کہا جائیگا اور یہ کام نہونگے تو چاہیے اسمیں مسلمان بھرے ہوں اُسکو ویران کہا جائیگا بلکہ ایسے مسلمانوں پر مسجدوں کے ویران کرنیکا الزام بھی لگے گا۔ (۲) مسجد میں کوئی دنیوی کام۔ کوئی پیشہ یا اُجرت کا کام نکرنا چاہیئے۔ نہ اسمیں خرید و فروخت کرے نہ باہر کھوئی ہوئی چیز کو وہاں ڈھونڈھے یا پوچھے نہ وہاں اپنے اشتہار بانٹے۔ (نہ کوئی سائل وہاں لوگوں سے مانگے نہ کوئی کسی کو دے) ہاں نمازیوں سے گم شدہ چیز کا حال پوچھنا جائز ہے۔ (۳) جس طرح حاکموں کے سامنے جاکر آدمی ادب سے رہتا ہے اسیطرح مسجد میں بھی ادب سے رہے کہ خدا کے دربار میں ہے۔ والسلام سراج الحق

ضروری گذارشیں

(۱) جواب طلب اُمور کے لئے ہمیشہ جوابی خط ارسال فرمائیں۔

(۲) اپنے اس رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ مگر کسی دوست کے نام اس کی اطلاع اور صریح رضامندی کے بغیر رسالہ جاری کرنے کو نہ لکھیں۔

(۳) اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ہر مراسلہ میں ضرور دیا کریں۔

(۴) رسالہ کا حساب (وی۔پی وصول کرکے یا منی آرڈر بھیجکر) جلد صاف کردیں ورنہ مکتبہ کا حرج و نقصان ہوگا۔ جس کی ذمہ داری اخلاقی طور پر آپ ہی پر ہوگی۔

(۵) ہر خریدار کی خریداری آغازِ محرم ہی سے سمجھی جائیں گی۔

فقط والسلام

عبدالقدوس رومی پرنٹر پبلشر نے اسرار کریمی پریس الہ آباد میں چھپوا کر مکتبہ جامی واخوانہ حسن منزل الہ آباد سے شائع کیا